پاکستان کے لیے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مولانا ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مستشرقین کا اعتراف: مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ (Egypt) میں ایک عیسائی عالم نے لکھا تھا: ہم عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم وفنون آ گئے تو اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ ان کو پامال کیا، لیکن اسلام نے خود علوم وفنون کی بنیادیں قائم کیں، اور عیسائیت ومجوسیت نے جن شائقین علوم کو شوق علم کے جرم میں جلاوطن کیا اسلام نے انہیں اپنے دامن میں پناہ دی، جس طرح عیسائیت علم وتمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی اسی طرح اخلاقِ حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (۵۶) مشہور محقق و مذہبی مصنف موسیو لیبی کا قول ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں نقل کیا ہے: اسی قدر کہنا کافی ہے کہ وہ مسلمان قوم جس کو تعلیم دینے کا دعویٰ یورپ کر رہا ہے، فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہئے۔ (۵۷)

علم کے تین مأخذ وذرائع: علم کی اہمیت کی وضاحت کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کون سا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور کون سا علم مثالی بن سکتا ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہے، ظاہر ہے علم مثالی ہوگا تو نظام تعلیم بھی مثالی ہوگا۔ یقین قطعی یا بالفاظ دیگر علم حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔ حواس سلیمہ، عقل اور خبر صادق۔ اسباب علم کا تین میں حصر استقرائی ہے، عقلی نہیں۔ دراصل علم کا ادراک انسان خود اپنی قوتِ مدرکہ یعنی عقل سے کرتا ہے۔ حواس سلیمہ اور سچی خبر عقل کے لئے مددگار آلات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن مضمون کو آسان فہم بنانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ علم کا حصول اگر خارج سے ہو تو یہ خارجی ذریعہ ''خبر'' ہے۔ اگر خارج سے نہ ہو مگر ایسے آلے سے ہو جو بذات خود قوت ادراک نہیں رکھتا بلکہ ادراک میں معاون ثابت ہوتا ہے تو یہ دوسرا سبب اور ذریعہ حواس سلیمہ ہیں کیونکہ حواس بذات خود مدرک نہیں۔ اگر علم کا حصول ایسے آلے سے ہوا ہو جو بذات خود ادراک کی قوت رکھتا ہے تو یہ عقل ہے۔ (۵۸) اگر یہ کہا جائے کہ حواس سے علم حاصل کرنے میں بھی خارجی حقائق کی ضرورت ہے مثلاً حس باصرہ کے لئے مبصرات کی، حس شامہ کے لئے مشمومات کی اور حس ذائقہ کے لئے مذوقات کی اور حس لامسہ کے لئے ملموسات کی ضرورت ہے اور یہ سب خارجی حقائق ہیں، تو جواب یہ ہے کہ ہم یہاں خارجی ذریعہ مراد لے رہے ہیں جس سے استفادہ کے لئے دوسرے شخص سے مدد کی ضرورت ہو خبر سے استفادہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی مخبر یا راوی روایت وحکایت بیان کرے، روایت وحکایت سے فائدہ اٹھانے کا تعلق بھی اگرچہ حس سمع سے ہے لیکن غیر پر موقوف ہونے کی وجہ سے اسے حواس خمسہ سے الگ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) حواس سلیمہ: پانچوں حواس، سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس کا دائرہ کار الگ الگ ہے، چنانچہ قوتِ سامعہ کا تعلق مسموعات سے، قوت باصرہ کا مبصرات سے، قوت شامہ کا مشمومات سے، قوت ذائقہ کا مذوقات سے اور قوت لامسہ کا ملموسات سے ہے، ایک حاسے سے جو ادراک ہوسکتا ہے وہ دوسرے سے نہیں ہوسکتا۔

(۲) عقل: عقل کا لغوی معنی باندھنے اور روکنے کا ہے۔ ''عقل البعیر ای ربطه بالعقال'' یعنی ''اونٹ کی ٹانگ کو ران سے ملا کر رسی سے باندھا'' عقال اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ کو باندھا جائے۔ ''عقلت المرأة شعرها'' عورت نے اپنے بالوں کو باندھا۔ ''عقل لسانه ای کفّ لسانه'' یعنی اس نے اپنی زبان کو روکا۔ چونکہ عقل انسان کو کجروی سے روکتی ہے اس لئے یہ لفظ ''سوجھ بوجھ والا ہونا اور غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا'' کے معنی میں عموماً مستعمل ہے۔ (۵۹) یعنی عقل سوجھ بوجھ کا نام ہے۔ جس کا مترادف لفظ درایت ہے، لہٰذا عقل کو درایت بھی کہہ دیتے ہیں۔ عقل نفس کی قوت یا روحانی نور ہے جس سے غیر محسوسات کا ادراک ہوتا ہے۔ عقل کے چار مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ عقل ھیولانی ہے کہ انسان کو اس وقت صرف معقول کے قبول کرلینے کی استعداد حاصل ہوتی ہے، مگر معقول کا مفہوم اور اس کی صورت ابھی ذہن میں حاصل نہیں ہوتی یہ بچوں کی حالت ہے۔ دوسرا مرتبہ عقل بالملکہ ہے۔ اس میں بعض ضروریات کا علم بھی آجاتا ہے۔ اور یہ استعداد بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ جو ضروریاتِ بدیہیہ معلوم ہو چکی ہیں ان کے ذریعے نظریات کا اکتساب کرسکے۔ جزئیات کا جس قدر احساس بذریعہ حواس عقل کرتی جاتی ہے اسی قدر اس مرتبے میں ترقی آتی جاتی ہے۔ تیسرے مرتبے کو عقل بالفعل کہتے ہیں، اس مرتبے میں ضروریاتِ معلومہ سے نظریات کے اخذ واستنباط کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چوتھا مرتبہ عقل مستفاد ہے۔ اس وقت معلوم کردہ تمام نظریات عقل کے سامنے حاضر رہتے ہیں۔ جب انسان کو عقل بالملکہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو اسے شریعت کا مکلف سمجھا جاتا ہے یہ مرتبہ عموماً بلوغت کی عمر تک مکمل ہو جاتا ہے۔ عقل بالفعل اور عقل مستفاد بعد کے مراتب کمال ہیں۔ (۶۰) عقل کے محل میں بھی اختلاف ہے صوفیاء کے خیال میں اس کا ٹھکانا دل میں ہے اور اس کا اثر دماغ میں پہنچتا ہے۔ وہ دلیل سورۃ الحج آیت ۴۶ سے لیتے ہیں۔ (۶۱) فقہاء کے نزدیک عقل کا ٹھکانہ دماغ میں ہے جس کا اثر دل تک پہنچتا ہے۔ (۶۲)

(۳) خبرِ صادق: اسباب علم میں سے دو اسباب حواس سلیمہ اور عقل زیر بحث آچکے ہیں۔ حصول علم یا یقین قطعی کے حاصل کرنے کا تیسرا سبب اور ذریعہ خبر صادق یعنی سچی خبر ہے اور یہ نہایت اہم ذریعہ ہے اس کی دو قسمیں ہیں خبر متواتر اور خبر رسول۔ خبر متواتر وہ خبر ہے جس کا تعلق حواس خمسہ میں سے کسی حس سے ہو اور جب سے وہ خبر چلی ہو اس کے بیان کرنے والے ہر دور اور ہر طبقے میں اتنی بڑی تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو۔ ایسی خبر سے بلاشبہ یقین قطعی اور علم حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہ یقین اور علم حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہ یقین بھی استدلالی نہیں بلکہ ضروری اور بدیہی ہوتا ہے جیسے گزشتہ بادشاہوں کے نام تواتر سے چلے آرہے ہیں، مثلاً ظہیر الدین بابر ایک بادشاہ تھا یا مثلاً ہیروشیما اور ناگاساکی دو جاپانی شہروں پر دوسری جنگ عظیم میں ایٹم بم گرایا گیا تھا۔ تواتر کی چار اقسام میں اسنادی تواتر، طبقاتی تواتر، عملی تواتر، قدر مشترک میں تواتر۔ (۶۳) خبر متواتر کی چاروں اقسام میں سے جس طریقے سے بھی کوئی دینی امر ثابت ہو اس پر ایمان لانا

اور ایمان رکھنا ضروری ہوگا خواہ وہ دینی امر فقہی اصطلاح کے مطابق فرض ہو، سنت ہو، مستحب ہو یا مباح ہو چنانچہ مسواک کے مسنون ہونے کا انکار کفر ہے۔اس لئے کہ یہ تواتر سے ثابت ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مؤوّل کافر نہیں ہوتا، یہ قاعدہ اتنا عام نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی تاویل سے کفر لازم نہیں آئے گا جس سے خبر متواتر کا انکار نہ ہوتا ہو۔قرآن کریم ہم تک طبقاتی تواتر سے پہنچا ہے اس کے الفاظ متواتر ہیں لیکن مفہوم ہر جگہ متواتر نہیں اس لئے اگر کوئی شخص قرآنی الفاظ اور عبادت کا منکر نہ ہو صرف مفہوم میں تاویل کرتا ہو تو وہ کافر نہیں کیونکہ اس نے امر متواتر کا انکار نہیں کیا، مگر قرآن کریم کے بعض مفہوم بھی متواتر ہیں، لہٰذا اس مفہوم متواتر میں تاویل کرنے والا کافر ہوگا۔مثلاً ''خاتم النبیین'' متواتر ہے اور اس کا مفہوم بھی متواتر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے آپ ﷺ کے بعد کسی طرح کا بھی کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی یا اہل باطل کی من گھڑت اصطلاح کے مطابق ظلی یا بروزی وغیرہ ہرگز نہیں آئے گا۔(۶۴)

علم نافع وغیر نافع: جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں لہٰذا مثالی نظام تعلیم کی تشکیل کے لئے ہمیں علم نافع کو نظام تعلیم کی بنیاد بنانا ہوگا اور غیر نافع سے اجتناب کرنا ہوگا۔ابن ماجہ نے جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سَلُوْا اللّٰهَ عِلْماً نَافِعًا وَتَعَوَّذُوْابِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ۔(۶۵) اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کیا کرو اور اللہ سے پناہ مانگو ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔جیسے دنیاوی علوم کے متعدد شعبے ہیں ایسے ہی دینی علوم کے بھی متعدد شعبے ہیں، ایک اعتبار سے دینی علوم کے جو چار شعبے ہیں وہ اس حدیث شریف میں اجمالاً بیان کئے گئے ہیں:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَـةٌ اٰيَةٌ محكَمَةٌ اَوْسُنَّةٌ قائمة اَوْ فَرِيضَةُ عادلةٌ وَمَا كان سوىٰ ذلك فهو فضلٌ(۶۶)

علم تین ہیں: ﴿۱﴾ آیت محکمہ (قرآن کریم کی محکم اور غیر منسوخ آیت) ﴿۲﴾ سنۃ قائمہ، (صحیح سند کے ساتھ روایت کردہ صحیح متن حدیث)۔ ﴿۳﴾ فریضۃ عادلۃ (وہ فرض جو آیت وسنت کا مثل اور عدیل ہے ضرورت دین کی حیثیت سے یعنی اجماع اور قیاس) اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے (یعنی اُس پر دین کی اساس قائم نہیں ہے۔دینی احکام کی بنیادیں یہی چار ہیں۔) ایک دوسرے اعتبار سے علم دو طرح کا ہے: نظری و عملی، چنانچہ حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: والعلم من وجه ضربان نظری وعملی فالنظری ماإذا علم فقد كمل نحوا لعلم بموجودات العالم و العملی مالا يتم الا بان يعمل كا العلم بالعبا دات۔(۶۷) علم ایک اعتبار سے دو طرح کا ہے: نظری و عملی۔پس نظری وہ ہے کہ جب وہ علم حاصل ہو جائے تو بات پوری ہو جاتی ہے، مثلاً دنیا میں موجود چیزوں کا علم، اور عملی وہ ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے وہ علم مکمل نہیں ہوتا۔(کیونکہ وہ علم عمل کے لئے ہوتا ہے) جیسے عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کا علم)

مشہور محدث حضرت امام دارمی سمرقندیؒ (۶۸) نے مسند دارمی میں حضرت حسن بصری (۶۹) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: العلم علمان فعلم فی القلب فذاك العلم النافع و علم علی اللسان فذلك حجة الله عزوجل علی ابن آدم۔(۷۰)

علم دو طرح کا ہے: (ایک) وہ علم جو قلب میں ہو، ایسا علم (نور) ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔(علم

باطنی) اور (دوسرا) وہ علم جو (صرف) زبان پر ہو۔ یہ ایسا (ظاہری) علم ہے جو ابن آدم پر اللہ عزوجل کی دلیل وحجت ہے (کہ اگر اس پر عمل نہ ہو تو پکڑ ہے)۔ حضرت محمد بن عثمان بن عمر البلخی حنفیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف عین العلم میں علم کی اسی تقسیم کو ایک اور خوبصورت تعبیر دیتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا ہے: العلم علمان : علم المکاشفة فهو نور یظهر فی القلب فیشاهدبه الغیب ...... وعلم المعاملة وهو العلم بما یقرب الیه تعالیٰ وما یبعد منه تعالیٰ (۷۱)

علم دو طرح کا ہے (ایک) علم المکاشفۃ، یہ علم ایسا نور ہے جو قلب میں ظاہر ہوتا ہے اور انسان اس علم کے ذریعہ غیب کا مشاہدہ کرتا ہے اور (دوسرا) علم المعاملہ اور وہ ایسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتا ہے۔ مغرب میں بھی علم نافع و علم غیر نافع اور بعض علوم کی مضرتوں اور نقصانات کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

An education may be good or bad...... its goodness or badness will be relative to the virtue wisdom and intelligece of the educator, It is good only when it aims at the right kind of product and when the means it adopts are well adapted to secure the intended results and are applied intelligently, consistently and persistently. (72)

تعلیم اچھی بھی ہوسکتی ہے اور بری بھی۔ اس کا اچھا یا برا ہونا اسی تناسب سے ہوگا جو اس کو نیکی، عقل و دانش اور معلم کی آگہی و باخبری سے ہے۔ تعلیم اُسی وقت اچھی متصور ہوگی جب اُس کا مقصد صحیح نتیجے کا حصول ہوگا اور جب مطلوبہ نتائج کے حصول کے لئے اختیار کئے گئے ذرائع بھی اُسی کے مطابق بہتر طور پر استعمال کئے گئے ہوں گے اور یہ عمل ذہانت سے یکساں طور پر اور مستقل مزاجی سے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کی تربیت کے لئے علم غیر نافع سے بچنے کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے صحیح مسلم و ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ دعا فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ (۷۳) اے اللہ، میں آپ سے علم غیر نافع کی پناہ چاہتا ہوں اور ایسی دعاء کی جو نہ سنی جائے اور ایسے دل کی جس میں تیرا خوف نہ ہو اور ایسی خواہشات سے جو پوری نہ ہوں۔

مثالی معلم تعلیمات نبویہ ﷺ کی روشنی میں: علم نافع کی ترسیل کا کماحقہ وہی کرسکتا ہے جس میں معلمانہ صفات موجود ہوں، صحیح مسلم نے حضرت عیاض سے طویل حدیث نقل کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: أَلاَ اِنَّ رَبِّیْ أَمَرَنِیْ أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَاجَهِلْتُمْ (۷۴) مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو علم اس نے مجھے سکھایا ہے وہ میں تمہیں سکھاؤں۔ فرمایا جو علم کو چھپاتا ہے (طلبہ کو نہیں دیتا) قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (۷۵) بخاری و مسلم میں سعید بن جبیر سے حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام کے حوالہ سے طویل حدیث منقول ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں یہ جملہ کہہ دیا أنا أعلم الناس۔ اللہ کو یہ جملہ ناپسند آیا پھر انہیں خضر علیہ السلام کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی کہ

اللّٰہ اعلم اللہ زیادہ جاننے والا ہے(۷۶)اور دنیا میں کوئی بھی اعلم نہیں ہوسکتا۔ وَفَوْقَ کُلِ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ(۷۷) ہر صاحب علم پر کوئی نہ کوئی صاحب علم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ ہمیشہ دعاء فرمایا کرتے تھے کہ: اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَایَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْماً (۷۸) اے اللہ مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور جو علم نافع ہو وہی مجھے عطا فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما۔

اسی طرح آپ دعا فرماتے تھے کہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لاَ یَنْفَعُ (۷۹) غیر نافع علم سے پناہ مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا معلم مجاہد کی طرح ہے۔(۸۰) مجاہد اسلحہ کے ذریعہ، عالم علم کے ذریعہ جہاد کرتا ہے، قاضی اطہر مبارکپوریؒ صاحب لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علموں کے بارے میں پیش گوئی فرما کر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور دین کی تعلیم دینے کی تاکید فرمائی تھی، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا: سیاتیکم شباب من أقطار الارض یطلبون الحدیث إذاجاؤ کم فاستوصوابھم خیرا۔ عنقریب تمہارے پاس اطراف زمین سے نوجوان علم حدیث کی طلب میں آئیں گے، جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اور عبداللہ ابن مبارک کہتے ہیں: أخبرنا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا یزال اللّٰہ یغرس فی ھذا الدین غرساً یشد الدین بھم۔ ہم کو خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں پودے اگاتا رہے گا جن سے اس دین کو تقویت دے گا۔ حضرت عمرؓو بن عاص اہل قریش کے حلقہ سے گزرے اور کہا کہ تم لوگوں نے ان لڑکوں کو کیوں نظر انداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو، ان کے لئے مجلس میں گنجائش نکالو اور ان کو حدیث سناؤ اور سمجھاؤ، یہ صغار قوم ہیں، عنقریب کبار قوم ہو جائیں گے، تم لوگ بھی صغار قوم تھے اور آج کبار قوم ہو۔(۸۱) حضرت حسن بن علیؓ اپنے لڑکوں اور بھتیجوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو، آج صغار قوم ہو، کل کبار قوم بن جاؤ گے، تم میں سے جو یاد نہ کر سکے وہ لکھ لے۔(۸۲)

حضرت ابوسعیدؓ خدری جب اپنی مجلس میں نوجوان طلبہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو نہایت والہانہ انداز سے ان کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ میرے بعد لوگ تمہارے پاس حدیث کی طلب میں آئیں گے تم ان کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کرنا اور ان کو حدیث کی تعلیم دینا، حسن سلوک سے پیش آنا۔ مجلس میں ان کے لئے جگہ نکالنا، اس کے بعد ان نوجوانوں کو مخاطب کر کے کہتے تھے: فانکم خلوفنا، وأھل الحدیث بعدنا۔(۸۳) تم لوگ ہمارے بعد ہمارے جانشین اور حدیث کے عالم بنو گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب نوجوان طالب علم کو دیکھتے تو کہتے تھے: مرحبا بینا بیع الحکمۃ ومصابیح الظُلَم خلقان الثیاب جدد القلوب حیس البیوت ریحان کل قبیلۃ (۸۴) مرحبا حکمت ودانائی کے سرچشمے، اندھیروں کے چراغ، پرانے کپڑے، نئے دل والے، گھروں کی زینت، اور ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے گل بوٹے۔

درسگاہ صحابہؓ کے یہ نوخیز و نوجوان طلبہ آگے چل کر علوم نبوت کے وارث و معلم بنے اور ان کا شمار طبقہ تابعین کے ائمہ کبار میں ہوا۔ وصیت نبوی کے مطابق حضرات صحابہؓ نے اپنے حلقہ نشینوں اور شاگردوں کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت اور

ایثار وخلوص کا معاملہ لیا، ان کی دلداری ودل جوئی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، حضرت انسؓ کے شاگرد حمید الطویلؒ کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھ ثابت بن اسلم بنانیؒ بھی حضرت انسؓ کی مجلس میں جاتے تھے، راستہ میں جو مسجد آتی ثابت اس میں جا کر نماز پڑھتے، جب ہم لوگ حضرت انسؓ کے پاس پہنچ جاتے تو کہتے: اين ثابت، انّ ثابتا دويبة أحبها۔ ثابت کہاں رہ گیا، ثابت ایسا کیڑا ہے جس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔

خود ثابت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم کو دیکھ کر کہنے لگے: والله لأنتم أحب إليّ من عدتكم من ولدأنس إلآمن علىٰ مثل ما أنتم عليه (۸۵) خدا کی قسم تم لوگ مجھے انسؓ کی اولاد سے زیادہ محبوب ہو، البتہ ان میں سے جو تم لوگوں کے طریقہ پر ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے محترم کون شخص ہے؟ تو بتایا کہ میرا وہ ہم نشین جو حاضرین مجلس کو پھاندتا ہوا میرے پاس آکر بیٹھ جاتا ہے، اگر میرا بس چلے تو اس کے چہرے پر مکھی نہ بیٹھنے دوں، اس کے جسم پر مکھی بیٹھتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (۸۶) ان کا قول ہے کہ میرے ہم نشین کا میرے اوپر تین حق ہے، اس کو آتا ہوا دیکھوں تو انتظار واشتیاق کی نظر سے دیکھوں، جب بیٹھ جائے تو اس کے لئے مجلس میں وسعت پیدا کروں، اور جب بات کرے تو غور سے سنوں۔ (۸۷) ابو العالیہ ریاحی نے غلامی کی حالت میں قرآن پڑھا اور لکھنا پڑھنا سیکھا، وہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ مجھے اپنے تخت پر بٹھاتے تھے حالانکہ قریش کے اعیان واشراف نیچے بیٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ یوں ہی علم عزت و شرافت بڑھاتا ہے اور عالم کو بادشاہ کی طرح تخت پر بٹھاتا ہے۔ (۸۸) ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ اپنی مجلس میں مجھے تخت پر بٹھاتے تھے، اور کہتے تھے کہ تم میرے یہاں رہو، میں تمہارے لئے اپنے مال سے ایک حصہ مقرر کر دیتا ہوں۔ (۸۹) زر بن ابی حبیش کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوانؓ بن معطل کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو؟ میں نے کہا طلب علم کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ سن کر صفوان بن معطل نے خوشی ظاہر کی اور مجھے خوش خبری دے کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طالب علم کے لئے ملائکہ اس کی طالب علمی پر خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں۔ (۹۰) آپ ﷺ کی یہی وہ مثالی صفات ہیں جن سے متاثر ہو کر، معاویہ بن الحکمؓ نے کہا: مَارَأَيتُ مُعَلِّماً قَبلَهُ وَلاَ بَعدَهُ اَحسَنَ تَعلِيمًا مِنهُ۔ (۹۱) خدا کی قسم میں نے آپ ﷺ سے اور آپ کے بعد آپ سے زیادہ اچھا معلم کوئی نہیں دیکھا۔

ماہر تعلیم مولانا فضل اللہؒ حکومت کو مشورہ دیتے ہوئے مثالی معلم کی صفات بیان کرتے ہیں: ''شیخ الاسلام کو چاہئے کہ وہ اپنے عہدے پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلے علما کے بارے میں استفسارات کرے اور ان کے علمی مرتبے، ذہن رسا، طریق تعلیم، قوت اجتہاد، افتاء اور تدریس کا اندازہ لگائے۔ وہ اس پر بھی غور کرے کہ کس عالم کا رجحان کس صنف علم کی طرف ہے اور وہ کونسا مضمون دوسرے علماء کی نسبت احسن طریقے سے پڑھا سکتا ہے، یہ سب کچھ جاننے کے بعد شیخ الاسلام ان کا مختلف مدارس میں تقرر کرے''۔ (۹۲) معروف ماہر تعلیم کمبل وائیلز نے مثالی معلم کی درج ذیل تیرہ صفات بیان کی ہیں: جن پر عمل کر کے وہ مقبول استاذ بن سکتا ہے: ۱۔ طلبہ کو اصل نام سے پکارے، ۲۔ دوسروں کے خیالات پر توجہ دے۔ ۳۔ طلبہ کے

سوالات سنجیدگی سے سنے، ۴۔طلبہ سے طنز وتضحیک سے احتراز کرے، ۵۔طلبہ کے لئے پریشانی پیدا کرنے سے پرہیز کرے، ۶۔دوستانہ روش کی حوصلہ افزائی کرے، ۷۔طلبہ کا خیر مقدم کرے، ۸۔غیر حاضر طلبہ کا معاملہ سنجیدگی سے لے، ۹۔طلبہ کی نشستوں پر توجہ دے کسے کہاں بیٹھنا چاہئے، ۱۰۔جماعتی کام کے لئے کمیٹیاں قائم کرے، ۱۱۔طلبہ میں مشترک اوصاف پر زور دے، ۱۲۔طلبہ کو کلاس سے نکالنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرے، ۱۳۔طلبہ سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔(۹۳) آپ ﷺ نے اپنے عمل وتعلیمات کے ذریعہ مثالی معلم کے کردار کو واضح کیا ہے، جس کا اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے، رابرٹ ایل گالک (Robert L.Gullick) لکھتے ہیں: بنی نوع انسان کو عظیم تر آزادی اور مسرت کی طرف راہ نمائی کرنے کے ضمن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت معلم کا درجہ رکھتے تھے۔(۹۴)

مثالی اصول تعلیم و تدریس تعلیمات نبویہ ﷺ کی روشنی میں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو قرآن کریم نے امت کے لئے اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (۹۵) بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔آپ ﷺ کا اصول تعلیم بھی امت کے لئے بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ نے جو اصول تدریس اختیار کیا احادیث نبویہ ﷺ کے مطالعہ سے ان کی تعداد ۳۵ تک پہنچتی ہے، میں ان میں سے انتہائی اہم اصول اختصار کے ساتھ اشارتاً پیش کررہا ہوں۔

(۱) جو علوم زیادہ مفید ہوں طلبہ کو ان کی طرف متوجہ کرے: ابن ماجہ کی روایت ہے آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے تو دیکھا مسجد میں دو جماعتیں الگ الگ حلقہ بنا کر مصروف ہیں، ایک قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھی، دوسری درس وتدریس میں۔آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین کی اور فرمایا درس وتدریس والے میرا کام کررہے ہیں۔پھر انہی کی مجلس میں بیٹھ گئے اور فرمایا: انما بعثت معلما میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(۹۶) گویا آپ نے محفل ذکر پر تعلیم کو ترجیح دے کر طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا۔

(۲) آداب اصول کتابت سکھانے چاہئے اور علم کو محفوظ رکھنے کیلئے لکھنے کی ترغیب دینی چاہئے: آپ ﷺ نے زید بن ثابتؓ کو عبرانی لکھنے پڑھنے کا حکم دیا، انہوں نے اس پر عمل کیا، تاکہ یہود سے خط وکتابت کی جاسکے، اسیران بدر سے بطور فدیہ دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھوایا۔آپ ﷺ نے لکھنے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا: اذا کتب احد کم کتابا فلیترب به فانه انجح للحاجة جب کوئی لکھے تو مٹی ڈالکر لکھی ہوئی سیاہی تختی پر سے خشک کرلے تاکہ سیاہی نہ مٹے فرمایا: ضع القلم علی اذنك (۹۷) قلم کو کان پر رکھ لیا کرو۔اسی طرح لکھتے ہوئے حفظ مراتب کا لحاظ رکھنا چاہئے، رحمۃ اللہ علیہ، رضی اللہ عنہ اور صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ لکھنا چاہئے۔

(۳) معلم کو طلبہ کی آسانی ملحوظ رکھنی چاہئے: آپ ﷺ نے فرمایا: وَلٰکِنْ بَعَثَنِیْ مُعَلِّماً مُیَسِّراً۔ (۹۸) میں ہر معاملہ میں آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔یعنی آسان اسلوب میں تعلیم دے، سختی کے بجائے نرمی کرے، معاویہ بن الحکمؓ کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے زیادہ اچھا معلم نہیں دیکھا۔(۹۹)

(۴) تعلیم یافتہ طلبہ کو اصول تعلیم سمجھا کر انکے اپنے علاقہ میں تدریس کیلئے بھیج دینا چاہئے: بخاری ومسلم کی روایت ہے: مالک بن حویرث کہتے ہیں آپ ﷺ نے ہمیں نہایت مہربانی سے علم سکھایا، پھر حکم دیا جاؤ اپنے اہل وعیال کو علم سکھاؤ اور اسی

طرح نماز پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں اور معمر امامت کرے۔(۱۰۰) اس لئے کہ سب علم میں برابر تھے ورنہ عام حکم "اعلمکم" کا ہے۔

(۵) استاذ لیکچر ہمیشہ رک رک کر سمجھاتے ہوئے واضح الفاظ میں دے تاکہ طلباء سمجھ کر یاد کرلیں: شمائل ترمذی کی روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کان یتکلم بکلام بین فصل یحفظ من جلس الیه (۱۰۱) ہر بات واضح صاف اور سیدھی ہوتی تاکہ سامع یاد کرلے انسؓ سے روایت ہے: یعید الکلمة ثلاثا لتعقل عنه (۱۰۲) بعض باتوں کو تین تین دفعہ دہراتے تاکہ یاد ہوجائے۔

(۶) طلبہ کے سوالات کو غور سے سننا چاہئے اور گھل مل جانا چاہئے: شمائل ترمذی کی روایت ہے آپ ﷺ اہل مجلس کے ہر شخص کی بات توجہ سے سنتے اہل مجلس جس بات پر ہنستے آپ ﷺ بھی ہنستے، جس بات پر تعجب کا اظہار کرتے آپ ﷺ بھی متعجب ہوتے۔(۱۰۳) گویا معلم و متعلم کے درمیان بے تکلفی و شراکت کا ماحول قائم فرماتے تھے اور ہر فرد پر اس طرح توجہ دیتے کہ وہ سمجھتا آپ صرف اسی سے مخاطب ہیں اور وہی سب سے محبوب شخص ہے۔(۱۰۴)

(۷) ہر طالب علم سے یکساں محبت و سلوک کرنا چاہئے: مسلم نسائی اور بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ ایک دیہاتی نے دوران خطبہ آپ ﷺ کو روک کر سوالات کئے یہ آداب محفل کے خلاف تھا، مگر آپ ﷺ خطبہ دینے والی کرسی سے نیچے آئے اس کو جوابات دیئے پھر اپنا خطبہ مکمل کیا۔(۱۰۵) اسی طرح بخاری نسائی اور ابن ماجہ کی ایک روایت دوسرے دیہاتی کے بارے میں ہے جس نے سختی کے انداز میں سوالات کئے، آپ ﷺ نے تحمل سے جوابات دیئے تو وہ ایمان لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: فقه الرجل (۱۰۶) یہ آدمی پوری طرح بات سمجھ گیا ہے۔(جاری ہے)

حواشی

(۵۶) آئینہ حقیقت نما، ص/۵۷، (۵۷) گستاولی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم مولوی سید علی بلگرامی، مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء، ص/۶۱، (۵۸) الفرہاری، عبدالعزیز، النبراس مکتبہ امدادیہ ملتان، ص/۴۲، (۵۹) المنجد فی اللغة بذیل ماده عقل، (۶۰) نجم الغنی، مولانا محمد، تهذیب العقائد، نور محمد کارخانہ کتب آرام باغ کراچی، ص/۹، (۶۱) سورۃ الحج/۴۶، (۶۲) نجم الغنی، مولانا محمد تهذیب العقائد ص/۱۰، (۶۳) لدھیانوی، مفتی رشید احمد، ارشاد القاری الی صحیح البخاری، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، ص/۱۱۵، (۶۴) لدھیانوی، مفتی رشید احمد، ارشاد القاری الی صحیح البخاری، ص/۱۱۶، (۶۵) ابن ماجه، ابوعبدالله محمد بن یزید، سنن ابن ماجه حدیث نمبر ۳۸۴۳، (۶۶) الخطیب، شیخ ولی الدین مشکوة المصابیح مطبوعہ کراچی، ۱۳۶۸ھ/ص ۳۳، (۶۷) اصفهانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص/۳۴۳، (۶۸) یہ مسند دارمی کے مصنف عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل ہیں۔ (۶۹) اس سے مراد حسن بصری معروف صوفی ہیں۔ (۷۰) الخطیب، شیخ ولی الدین مشکوة المصابیح، ص/۳۷، (۷۱) محمد بن عثمان بن عمر الحنفی عین العلم، ص/۱۶، (۷۲) Encyclopaedia Britannica 1768. VoL-7, P 964. (۷۳) الالبانی، محمد ناصر الدین، صحیح سنن النسائی، مکتبة التربیة لدول الخلیج ۱۴۰۹ھ، ج/۳، ص/۱۱۱۳، حدیث نمبر ۵۰۵۳، اور صحیح المسلم حدیث ۲۷۲۲، (۷۴) مسلم ابن

الحجاج القشیری، صحیح مسلم / حدیث نمبر ۲۸۶۵، (۷۵) حدیث کے الفاظ ہیں من سئل عن علم ثم کتمه الجم یوم القیامة بلجام من النار جامع الصحیح سنن الترمذی، ج/۱،ص/۷۷،حدیث نمبر ۲۶۴۹، (۷۶) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۲،ص/۳۴۰۶، اور صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۳۸۰، (۷۷) سورہ یوسف/ ۷۶، (۷۸) الترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی دارالکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۸ھ حدیث نمبر ۳۵۹۹، (۷۹) الالبانی، محمد ناصرالدین، صحیح سنن النسائی، مکتبة التربیة العربی الدولی الخلیج ۱۴۰۹ھ، ج/۳،ص/۱۱۱۳، حدیث نمبر ۵۰۵۳، (۸۰) مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ج/۳،ص/۲۷۸، حدیث نمبر ۶۰۶۰، (۸۱) مبارکپوری، قاضی اطہر خیرالقرون کی درسگاہیں اوران کا نظام تعلیم و تربیت ادارہ اسلامیات لاہور ۲۰۰۰ء، ص/۱۳۱، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی، مطبوعہ ترکی، ص/۲۱ اور ۶۵، (۸۲) ایضاً ص/۱۳۱، بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر اندلسی / مطبوعہ مصر، ج/۱،ص/۴۸، (۸۳) ایضاً ص/۱۳۲، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی، ص/۳۱، (۸۴) ایضاً ص/۱۳۳، بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر اندلسی، ج/۲،ص/۵۳، (۸۵) ایضاً ص/۱۳۴، اور طبقات ابن سعد محمد بن سعد الواقدی مطبوعہ بیروت، ج/۷،ص/۲۳۲، (۸۶) خطیب بغدادی، الفقیه والمتفقه مطبوعہ بیروت، ج/۳،ص/۱۱۲، (۸۷) المبرد، ابوالعباس محمد بن یزید مبرد۔ الکامل فی اللغة والادب/ مطبوعہ مصر، ج/۱،ص/۱۰۳، (۸۸) الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، تذکرة الحفاظ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ج/۱،ص/۵۸ (۸۹) خطیب بغدادی الفقیه و المتفقه، ج/۲،ص/۱۹۲، (۹۰) الخطیب، شیخ ولی الدین ابوعبدالله محمد بن عبدالله، مشکوة المصابیح مطبوعہ کراچی ۱۹۴۹ء کتاب العلم الفصل الثانی، ص/۳۴، (۹۱) مسلم ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۸۷۶، (۹۲) فضل الله، سلوك الملوك مطبوعہ حیدرآباددکن ۱۹۶۶ء/ص ۲۴، (۹۳) کیمبل وائیلو (کالج آف ایجوکیشن فلوریڈا یونیورسٹی) بہتر تدریس بہتر مدارس، مترجم غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی ۱۹۶۷ء، ص/۸۰_۸۲

Gullick, Robert by Muhammad the educator. Translat Publication Lahor. 1975, (۹۴) P.109

(۹۵) سورئه الاحزاب/ ۲۱، (۹۶) ابن ماجه، ابوعبدالله محمد بن یزید، سن ابن ماجه، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ، ج/۱،ص/۸۳، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (۹۷) الالبانی، محمد ناصر الدین، سنن ابی داود، ج/۲،ص/۶۹۵، حدیث نمبر ۳۶۴۵، سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۷۱۵ اور طبقات ابن سعد، ج/۲،ص/۲۲، خیرالقرون کی درسگاہیں، ص/۸۸ اور سنن ترمذی باب ماجاء فی تتریب الکتاب، (۹۸) مسلم بن حجاج القشیری صحیح مسلم، ج/۱۰،ص/۸۱، (۹۹) ایضاً، ج/۵،ص/۲۰، کتاب الصلوة باب تحریم الکلام فی الصلوٰة، (۱۰۰) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج/۲،ص/۹۳، کتاب الاذان باب الاذان للمسافرین اور صحیح مسلم، ج/۵،ص/۱۷۴، کتاب المساجد باب من احق بالامة، (۱۰۱) الترمذی شمائل الترمذی، ص/۱۴۰، (۱۰۲) ایضاً، (۱۰۳) ایضاً ص/۲۲۱_۲۲۴، (۱۰۴) ایضاً ص/۲۱۲، (۱۰۵) البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دارالبشائر الاسلامیه بیروت ۱۴۰۹ھ، ص/۵۱۱، حدیث نمبر ۱۱۶۴، صحیح مسلم، ج/۶،ص/۱۶۵، کتاب الجمعة اور سنن نسائی، ج/۸،ص/۲۲۰، کتاب الزینة باب الجلوس علی الکرسی، (۱۰۶) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج/۱،ص/۱۴۸، کتاب العلم اور سنن نسائی، ج/۴،ص/۱۲۲، کتاب الصوم، سنن ابن ماجه، ج/۱،ص/۱۹۴، کتاب اقامة الصلوة،